OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

علمِ اصولِ فقہ میں "محکوم علیہ" سے متعلقہ مباحث: صدرالشریعہ کے افکار کا اختصاصی مطالعہ

Discussions Related to "*Maḥkūm Alaihi*" in the Science of Jurisprudence: A Study of the Thoughts of *Ṣadr al-Sharī'ah*

Dr. Sultan Sikandar
Assistant Professor Govt. Graduate Islamia College, Railway Road, Lahore
Dr. Hafiz Fareed ud Din
Doctoral Candidate Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalpur
Javed Ghani
Doctoral Candidate Islamic Studies, Qurtuba University of Science and Information Technology, D I Khan

Abstract

Jurisprudential sciences have a prominent and unique importance in Sharī'ah knowledge. It refers to the rules with the help of which the Sharī'ah rulings are deduced from their arguments and sources. Historically two schools of thought regarding the compilation of this branch of knowledge, the Hanafites school and the Mutakalimīn school are well prominent. The method of the Hanafites is called inductive and that of Mutkalimīn is called deductive. The Hanafite scholars have derived rules based upon the 'ijtihādāt of their a'immah and mujtahidīn while the followers of the second methodology compiled the rules by keeping the Sharī'ah texts in front of them and then applied these rules for various jurisprudential derivations. These two approaches complied by the jurists have a centuries' history of contention between them. Then a new method emerged that was a combination of these two. It was named the

CC BY

comprehensive method of jurisprudential legislation. A well reputed name among the founders of this method is Ṣadr-al- Sharīʻah ʻUbaydullāh ibn Masʻūd(d. 747 AH). He wrote a book on comprehensive principles of jurisprudence called al-Tanqīḥ, then to explain the same book, the author himself wrote a book called al-Tawḍīḥ. On this later book about forty-eight commentaries were written with the passage of time. In this article, the human being called Maḥkūm ʻalayh in Islamic Jurisprudence has been focused. Allāh Ta'ālāy, the one who commands are called 'Ḥākim' and the commandment is called 'Maḥkūm Fīh' and these two are the basic elements of Jurisprudence. The subjugated party is called the commanded person (Mukallif) in this article, various conditions of the 'mukallif' will be mentioned, the occasions on which the Sharīʻah order is revoked from the 'mukallif'. The thoughts of Ṣadr-al-Sharīʻah will be specifically focused, what the eligibility disorder is, and its types are, will also be discussed, the commandment about such situations will be studied to unveil the aspect of ease in Sharīʻah. The cosmopolitan concept of Islamic Jurisprudence will be presented by introducing comprehensive principles of jurisprudence based upon which a comprehensive Islamic Jurisprudence can be deduced which may introduce itself as Islamic Jurisprudence instead of Ḥanafī, Shāfaʻī Mālikī or Ḥanbalī schools of Islamic Jurisprudence.

KeyWords: "*Maḥkūm Alaihi*", *Adr al-Sharīʻah,* Science, Jurisprudence, Discussions

تمہید

اصولِ فقہ ایسے قواعد کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعے احکام شرعیہ کا استنباط کیا جاتا ہو یعنی جس قواعد کے ذریعے احکام شرعیہ کا علم حاصل ہوتا ہو ان کو جاننے کا نام اصولِ فقہ ہے۔اس علم کے غرض وغایت احکام شرعیہ کو ادلہ تفصیلیہ سے جاننا اور مسائل کے استنباط کے قواعد کو معلوم کرنا ہے۔ صدر اشریعہ کے نزدیک محکوم علیہ کی تفصیل درج ذیل ہے۔

محکوم علیہ(Subjects of Law)

محکوم علیہ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے لیے قانون شریعت نازل کیا گیا جنہیں اصطلاح فقہ میں مکلف کہا جاتا ہے۔ فقہاء اصولیین نے محکوم علیہ کی تعریف اپنے الفاظ میں بیان کی ہے، چناں چہ علامہ سعد الدین تفتازانی شافعی لکھتے ہیں: وهو المكلف الذى تعلق الخطاب بفعله وأهليته[1] "محکوم علیہ سے مراد مکلف ہے جس کے فعل یا اہلیت سے شارع کا خطاب متعلق ہوتا ہے۔" ڈاکٹر وھبہ الزحیلی لکھتے ہیں: هو الانسان الذى تعلق بفعله خطاب الشارع أو حكمه، و يسمّى المكلف[2] "محکوم علیہ سے مراد وہ انسان ہے جس کے فعل سے شارع کا خطاب یا اس کا حکم متعلق ہوتا ہے۔"

ذمہ

صدر الشریعہ نے محکوم علیہ کے لیے روایتی الفاظ کی بجائے ذمہ، مالہ، اور ماعلیہ جیسی جامع اصطلاحات استعمال کی ہیں جس سے صرف فرائض کی ادائی کا تصور ہی اجاگر نہیں ہوتا بلکہ حقوق کی تحصیل کا مفہوم بھی واضح ہوتا ہے۔ صدر الشریعہ نے ذمہ کی لغوی تعریف کرتے ہوئے اس کا معنٰی عہد لکھا ہے اور شرعی معنٰی میں ذمہ سے مراد وہ وصف لیا ہے جس کی وجہ سے اہلیت ثابت ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ[3] "(مشرکین) کسی مومن کے حق میں نہ کسی رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی عہد کا اور یہی لوگ حد سے گزرنے والے ہیں"۔ وہ غیر مسلم جو دائمی طور پر دار الاسلام میں رہتے ہیں ان کو اہلِ ذمہ کہنا اس وجہ سے ہے کہ ان کے اور ہمارے درمیان معاہدہ ہے اور اہلِ ذمہ کا معنٰی اہلِ علیہ ہے صدر الشریعہ ذمہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وصف يصير به الانسان اَهلاً لما له و عليه[4] "ذمہ (Legal Capacity) وہ خصوصیت ہے جس کی رو سے انسان ان امور کا اہل قرار پاتا ہے جن کا وہ حق دار یا ذمہ دار ہوتا ہے۔" مالہ سے مراد وہ حق جس کا کوئی شخص حق دار ہو "مالہ" کہلاتا ہے۔ جب کہ ماعلیہ وہ ذمہ داری جو اس کے ذمے واجب ہوتی ہے "ماعلیہ" کہلاتی ہے۔ ان دونوں خصوصیات کے مجموعہ کو تکلیف شرعی یا 'اہلیت' کہتے ہیں۔ اس قانونی حیثیت کے تقاضے پورے کرنے والے انسان کو اہل یا مکلف کہتے ہیں، قرآن کا خطاب ایسے ہی "مکلف" افراد کو ہے لہٰذا یہ قانون شریعت کے مخاطبین قرار پائے۔ قانوناً اہل اور مکلف کی تعریف یوں بنتی ہے: "ایک زندہ، آزاد، عاقل اور بالغ مسلمان جو کسی ایسے قانونی نقص سے متصف نہ ہو جس سے اس کی اہلیت جزوی یا کلی طور پر متاثر ہو جائے، مکلف کہلاتا ہے۔" تکلیف کا مادہ ک، ل، ف ہے۔ ڈاکٹر عبد الکریم النملہ اصطلاحی معنٰی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اَلْخِطَابُ بِاَ مْرٍ وَّنَهْيٍ وَقِيْلَ اِلْزَامُ مَا فِيْهِ كُلْفَةٌ[5] یعنی امر و نہی کے ساتھ خطاب اور جس میں اہلیت ہو اس کو مکلف بنا دینا۔ مذکورہ تعریف میں دو طرح کے انداز اپنائے گئے ہیں ان الفاظ کے اختلاف کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تعریف اول میں مندوب اور مکروہ بھی اس میں داخل ہیں۔ کیوں کہ وہ امر اور نہی کے تحت داخل ہیں اور تعریف ثانی کے مطابق یہ داخل نہیں ہیں۔

تکلیف شرعی کی اساس اور مقاصد

فقہاء نے تکلیف شرعی کے دو مقاصد بیان کیے ہیں: اِصْلَاحُ حَالِ الْاِنسانِ فِى الدُّنْيَاوَالْاٰخِرَةِ وقَطْعِ الْعُذْرِ وَدَفْعِ الْحُجّه[6] "دنیا و آخرت میں انسان کے احوال کی اصلاح کرنا اور عذر کو دور کرنا اور حجت کو ختم کرنا ہے۔" اصولیین نے تکلیف شرعی کی صحت کے لیے مختلف شرائط ذکر کی ہیں۔ عبد الوہاب خلاف کے نزدیک تکلیف شرعی کی صحت کی دو شرائط ہیں (1) مکلف اپنی تکلیف کو سمجھنے پر قادر ہو جس کے لیے عقلمند ہونا بھی شرط ہے کیوں کہ عقل ہی فہم و ادراک کا آلہ ہے (2) وہ اہلیت بھی رکھتا ہو۔[7] تکلیف شرعی کی اساس عقل و فہم ہے یعنی کوئی شخص خود یا بالواسطہ حکم شرعی کو سمجھنے پر قادر ہو اور یہ قدرت عقل کی وجہ سے ہی ممکن ہو سکتی ہے اس قدرت کے لئے شارع نے بلوغت کو معیار قرار دیا ہے صدر الشریعہ لکھتے ہیں: وهى لاتثبت الا بالعقل۔[8] "یعنی تکلیف شرعی عقل پر موقوف ہے اور اس کے بغیر ثابت نہیں ہوتی۔" فقہاء اصولیین نے تکلیف

کی دو طرح کی شرائط ذکر کی ہیں۔ کچھ شرائط وہ ہیں جن کا تعلق مکلف یعنی محکوم علیہ کے ساتھ ہے اور کچھ وہ ہیں جن کا تعلق فعل مکلف یعنی محکوم فیہ کے ساتھ ہے۔[9]

شرعی اہلیت کے پہلو اور اس کی اقسام

اہلیت کی لغوی تعریف

لغت میں "اہلیت" صلاحیت کو کہتے ہیں[10] جیسا کہ محاورہ عرب ہے کہ فلاں آدمی قضا کے اہل ہے یعنی فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے گویا کہ انسانی اہلیت کا مطلب وہ صلاحیت ہے جس کی بنا پر اس سے فعل کا مطالبہ ہوتا ہے اور وہ حقوق کا ذمہ دار ٹھہرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا۔[11] "اور وہی اس کے زیادہ مستحق اور اس کے اہل تھے۔"

شرعی اہلیت کے پہلو

صدر الشریعہ کے نزدیک اہلیت کے دو پہلو ہیں ایک میں حکم کا نفاذ اور دوسرے میں اداء کا مطالبہ ہوتا ہے۔ صدر الشریعہ لکھتے ہیں: الأهلية ضربان: أهلية وجوب، وأهلية أداء[12] یعنی اہلیت کے دو پہلو ہیں: (1) اہلیت وجوب (Receptive Capacity) (2) اہلیت ادا (Active Capacity)

اہلیتِ وجوب

اہلیتِ وجوب سے مراد انسان کی وہ صلاحیت ہے جو اس کے حقوق اس پر شرعی طریقے سے واجب کرے۔ یہ اہلیت انسان کے لیے ذمہ داری کے ثابت ہونے کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔ یہ لزوم استحقاق سے عبارت ہے، فقہاء نے اس کی یوں تعریف کی ہے: فهي صلاحية الانسان لوجوب الحقوق المشروعة له و عليه[13] "اہلیت وجوب سے مراد وہ صلاحیت ہے جس سے شرعی حقوق و فرائض ثابت ہوتے ہیں۔"

اہلیتِ وجوب کی اقسام

اہلیتِ وجوب کی دو اقسام ہیں۔

۱۔ اہلیت کاملۃ

جن کا مرکز و محور عقل ہے اگر عقل کامل ہو تو اہلیت کاملہ کہلاتی ہے۔ صدر الشریعہ لکھتے ہیں: الكاملة تثبت بالعقل الكامل والقاصرة تثبت بقدرة قاصرة[14] "یعنی وہ صلاحیت ہے جس سے حقوق و واجبات ثابت ہوں، یہ انسان کی ولادت سے موت تک ثابت ہوتی ہے"۔

۲۔ اہلیت ناقصہ

اگر عقل ناقص ہو جیسے بچہ وغیرہ تو اہلیت قاصرہ کہلاتی ہے۔ باقی اصولیین نے ناقصہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں لیکن صدر الشریعہ نے اہلیت قاصرہ کے الفاظ ذکر کیے ہیں۔ اس سے مراد وہ صلاحیت ہے جس سے صرف حقوق کا استحقاق ثابت ہو۔ واجبات لازم نہ ٹھہریں۔ جیسے ماں کے پیٹ میں بچہ جس کو جنین کہا جاتا ہے اس کے حقوق تو ثابت نہیں لیکن شریعت اس پر کوئی واجب صادر نہیں کرتی جیسے وہ وراثت، وصیت اور وقف کا استحقاق رکھتا ہے جن چیزوں کا صدور قبولیت سے ہوتا ہے وہ اس کے حق میں قبول نہیں جیسے: ھبہ، صدقہ اور خرید و فروخت

اہلیتِ اداء

اہلیت ادا سے مراد انسان کی وہ صلاحیت ہے جس کی بنا پر شارع کے نزدیک اس کے اقوال و افعال معتبر قرار پاتے ہیں اور اس پر شرعی نتائج مرتب ہوتے ہیں خواہ ان کا تعلق اجتماعی معاملات سے ہو یا انفرادی معاملات سے اور اسی وجہ سے اس کی عبادت کی

صحت اور بطلان کا بھی اعتبار قائم ہوتا ہے۔یہ لزوم ادائی سے عبارت ہے، اس کی تعریف درج ذیل ہے:هي صلاحيته لصدور الفعل منه على وجه يعتد به شرعاً[15]"یہ مکلف کے فعل کے صادر ہونے کی ایسی صلاحیت ہے جس کا شرعاً اعتبار ہے۔"

اہلیتِ اداء کی اقسام

وجوب اور ادامیں سے ہر ایک کی اہلیت کبھی ناقص ہوتی ہے اور کبھی کامل ہوتی ہے۔اس اہلیت کی دو اقسام ہیں۔[16]

ا۔کاملہ ۲۔ قاصرہ

ا۔اہلیت ادائے کاملہ

اس سے مراد تمام افعال کے صدور کی ایسی صلاحیت رکھنا ہے جو شرعاًمعتبر ہو اور ان کا اعتبار کسی دوسرے کی رائے پر موقوف نہ ہو۔تثبت بقدرة كاملة، وهي بالعقل البالغ غير المعتوة۔[17]"اہلیت ادائے کاملہ قدرت کاملہ سے ثابت ہوتی ہے۔"

۲۔اہلیت قاصرہ

بعض افعال کے صدور کی صلاحیت رکھنایااس کے تمام افعال کے صدور کامعتبر ہونا کسی ایسے شخص کی رائے پر موقوف ہو جو اس سے زیادہ عقل والا ہو یا نفع ونقصان کو زیادہ جاننے والا ہو۔اہلية الأداء القاصرة تثبت بالعقل القاصر، وهو عقل الصبی والمعتوة۔[18]"اہلیت ادا قاصرہ(ناقصہ)قدرہ قاصرہ(ناقصہ)سے ثابت ہوتی ہے۔"

اہلیت وجوب اور اہلیت اداء میں فرق

اہلیت وجوب اور اہلیت اداء میں فرق ہے۔رحم مادر میں موجود بچے کی اہلیت پہلی نوعیت کی ہے کیونکہ یہ بچہ وراثت، وصیت اور صحت نسب وغیرہ سے متعلق اپنے حقوق تو رکھتا ہے لیکن فرائض یا دوسروں کے حقوق کی ادائی پر قدرت نہیں رکھتا جب کہ ایک عام عاقل وبالغ شخص قانونی استحقاق بھی رکھتا ہے اور دوسروں کے حقوق کی ادائی کا ذمہ دار بھی ہوتا ہے اس کی اہلیت دوسری نوعیت کی ہوتی ہے۔وہ امور جن کی وجہ سے انسان کی اہلیت ادا زائل یا ناقص ہو یا زائل و ناقص تو نہ ہو بلکہ احکام میں تاخیر یا تبدیلی کا باعث ہو عوارض اہلیت یا موثرات اہلیت کہلاتے ہیں۔

عوارض سماویہ اور عوارض ارضی کی اقسام اور ان کے احکام

فقہاء اصولیین نے نزدیک عوارض کی دو اقسام ہیں:

1۔عوارض سماويه(عوارض غیر اختیاری) ۲۔عوارض ارضى مكتسبه(عوارض اختیاری)

بعض اوقات انسان کی اہلیت کامل ہونے کے بعد اس کو کچھ ایسے امور پیش آجاتے ہیں جو کہ اہلیت کو زائل کر دیتے ہیں یا اسے ناقص کر دیتے ہیں یا وہ ازالہ اور نقص کے لیے تو موثر نہیں ہوتے مگر جس شخص کو وہ پیش آتے ہیں اس کے اعتبار سے بعض احکام بدل دیتے ہیں اور یہی وہ امور ہیں جن کا نام اہلیت کے عوارض رکھا گیا ہے۔صدر الشریعہ نے ان کو عوارض سماویہ اور مکتسبہ کا نام دیا ہے۔[19]صدر الشریعہ لکھتے ہیں:الامور المعترضة على الأهلية سماوية و مكتسبة[20]

ا۔عوارض سماويه

ان لم يكن للعبد فيها اختيار و اكتساب[21]"ایسے عوارض جن میں انسان کا اختیار یا کسب شامل نہ ہو عوارض سماوی کہلاتے ہیں۔"عوارض سماوی وہ عوارض ہیں جو انسان کے اختیار میں نہ ہوں اور شارع نے ان کو عوارض تسلیم کیا ہو کیوں کہ انسان کو جس چیز پر قدرت نہ ہو اسے آسمان کی طرف منسوب کرتا ہے اس لیے اس کو عوارض سماویہ کہتے ہیں۔[22] یہ امور انسان

کی اہلیت کو اس طرح متاثر کرتے ہیں کہ اگر ان میں سے کسی ایک امر کی موجودگی میں انسان سے کوئی غیر قانونی حرکت سرزد ہو جائے تو انسان سے قانونی اور عقوبتی ذمہ داری ساقط یا معطل ہو جاتی ہے۔ ان سب کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

ا۔صغر سنی

صدر الشریعہ لکھتے ہیں: فیسقط عنه ما یحتمل منه السقوط عن البالغ، فلا یسقط نفس الوجوب فی الایمان۔[23] اس سے مراد وہ بچہ ہے جو سن شعور و تمیز کو ابھی نہ پہنچا ہو۔ یعنی سات سال سے کم عمر بچہ، اس کی وجہ سے اہلیت ادا بالکل نہیں پائی جاتی البتہ اس کے لیے اہلیتِ وجوب کامل طور پر ثابت ہوتی ہے۔ اس کی طرف سے نیابت کے طور پر زکوۃ دی جائے گی، اس کے ظلم و زیادتی والے افعال کا صرف مالی مواخذہ ہو گا۔

۲۔طفولیت (عدم بلوغ)

اس سے مراد وہ بچہ ہے جو سن شعور و تمیز کو پہنچ چکا ہو یعنی اس کی عمر سات سال سے زیادہ ہو لیکن وہ ابھی بالغ نہ ہوا ہو اس عارضہ کی وجہ سے اس میں اہلیت ادا ناقص پائی جاتی ہے، اہلیت وجوب کامل طور پر پائی جاتی ہے اس کے تصرفات کی تین صورتیں ہوں گی: 1۔ وہ تصرفات جن میں اس کے لیے فقط نفع ہے ضرر نہیں۔ اس سلسلے میں اس کے اقوال و افعال کا اعتبار کیا جائے گا اور ان میں ولی سے اجازت کی بھی ضرورت نہیں جیسے تحائف و عطیات کا قبول کرنا وغیرہ۔ 2۔ وہ تصرفات جن میں اس کے لیے فقط ضرر ہو نفع بالکل نہ ہو۔ ان کے بارے میں اس کے اقوال و افعال کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور انہیں لغو تصور کیا جائے گا اگرچہ اسے اذان دینے والے یعنی ولی، وصی یا قاضی وغیرہ نے ان تصرفات کی اجازت دی ہو۔ 3۔ وہ تصرفات جن میں نفع و ضرر دونوں شامل ہوں وہ ولی، قاضی یا وصی کی اجازت پر موقوف ہوں گے۔

۳۔(الجنون) پاگل پن

فقہاء اصولین کے نزدیک عقل کا اس حد تک بگڑ جانا کہ جس کی وجہ سے اقوال یا افعال حسبِ عادت جاری نہ ہو سکیں ۔صدرالشریعہ لکھتے ہیں هو اختلال العقل بحیث یمنع جریان الأفعال والأقوال علی نهج العقل الا نادرًا۔[24] "پاگل پن سے مراد ایسا جنون ہے جو اقوال و افعال کو اس طرح سرزد نہیں ہونے دیتا جس طرح ہوش و حواس کی حالت میں ہوتے ہیں۔" فقہاء اصولیین نے اس کے لیے مختلف الفاظ کا استعمال اختیار کیا ہے لیکن ان کے معنی میں زیادہ تفاوت نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔

ا۔ جنون اصلی: انسان حالتِ جنون میں بالغ ہو۔

۲۔ جنون عارضی: انسان کو ہوش و حواس میں بالغ ہونے کے بعد جنون کا عارضہ لاحق ہو۔

جنون کی مذکورہ دونوں قسمیں وجوب کی اہلیت پر اثر انداز نہیں ہو سکتیں کیوں کہ یہ اہلیت ذمہ کے سبب سے ثابت ہوتی ہے اور جنون ذمہ کے منافی نہیں ہے اس لیے کہ ذمہ کے ثابت ہونے کی بنیاد انسان کی زندگی ہے مگر جنون ادائی کی اہلیت پر اثر انداز ہوتا ہے اور اسے معدوم کر دیتا ہے۔ یعنی اس عارضہ کی وجہ سے اہلیت ادا بالکل ختم ہو جاتی ہے جب کہ اہلیت وجوب کامل طور پر باقی رہتی ہے اور مجنون غیر ممیز بچے کی مانند ہوتا ہے البتہ اگر یہ جنون کچھ عرصہ طاری ہو، پھر ختم ہو جائے تو اس کے لیے دوران افاقہ دونوں اہلیتیں (اہلیت اداء اور اہلیت وجوب) کامل طور پر ثابت ہو جاتی ہیں۔

۴۔اَلْعَتَهُ (احمقانہ پن)

اس کو فتور عقل، عتاہت یا حواس باختگی کہا جاتا ہے۔ فتور عقل (عتاہت) سے مراد عقل کا ایسا نقص ہے جس سے آدمی کی فہم و فراست میں کمی آجاتی ہے۔ بات غلط ملط کر دیتا ہے۔ صاف بات نہیں کر سکتا، انتظامی صلاحیت و تدبیر کار ختم ہو جاتی ہے۔ اس

عارضہ کی وجہ سے اہلیت ادا ناقص ہو جاتی ہے جب کہ اہلیت وجوب کامل طور پر باقی رہتی ہے اس کے احکام ممیز بچے جیسے کے ہیں۔ صدر الشریعہ فرماتے ہیں:ومنها العتَه، و حكمه حكم الصبامع العقل۔[25] احمقانہ پن کی دو قسمیں ہیں 1:۔ آدمی میں فتور عقل کے ساتھ ادراک وتمیز بھی زائل ہو جائے اور آدمی پاگل جیسا ہو جائے اس کی وجہ سے اہلیت ادا معدوم ہو جاتی ہے جبکہ اہلیت وجوب کاملا باقی رہتی ہے۔ اس کے بھی وہی احکام ہیں جو مجنون کے ہیں۔2۔ آدمی میں فتور عقل کے ساتھ ادراک و تمیز باقی رہیں لیکن یہ عام، ہوشمند لوگوں کے ادراک کی طرح نہ ہوں اس حالت میں وہ ایسے بچے کی طرح ہو جاتا ہے جس میں تمیز (سوجھ بوجھ) موجود ہو۔

۵۔اَ لِا غمَاء (دورۂ بے ہوشی)

نیند اور بے ہوشی دونوں اہلیت کے منافی ہیں لیکن اہلیتِ وجوب کے منافی نہیں ہیں صدر الشریعہ نے اس کو مرض ہی کی ایک قسم کہاہے۔وهو ضرب من المرض۔[26] بے ہوشی سے مراد ایسا دماغی مرض ہے جس کی وجہ سے انسان سوچ نہیں سکتا اور نہ ہی ارادی حرکت کر سکتا ہے۔ یہ دورہ نیند کی حالت سے زیادہ شدید ہوتا ہے کیوں کہ نیند کے اثرات کو اپنی مرضی سے زائل کیا جاسکتا ہے جب کہ دورۂ بے ہوشی کے اثرات کا زائل ہونا اپنی مرضی پر موقوف نہیں۔ اس عارضہ کی وجہ سے اہلیت ادا ختم ہو جاتی ہے جبکہ اہلیت وجوب کامل طور پر پائی جاتی ہے، چونکہ یہ دورۂ عارضی اور وقتی ہوتا ہے لہٰذا اس سے اصل وجوب ساقط نہیں ہوتا کیوں کہ ہوش میں آنے کے بعد ان کو حقیقت میں ادا کیا جاسکتا ہے اور اگر ایسا نہ ہوسکے تو ہوش میں آنے کے بعد ادا کے قائم مقام یعنی قضا کے طور پر ادا کر سکتا ہے کیوں کہ فوری طور پر ادائی سے عاجز ہونا اصل وجوب کو ساقط نہیں کرتا جب تک قضا بلا عذر کسی تنگی کے ممکن ہو۔ اس کی دو صورتیں ہوں گی:

ا۔بے ہوشی مختصر اور وقتی ہو تو وجوب ساقط نہیں ہو گا۔

۲۔بے ہوشی طول کھینچے تو وجوب ساقط ہو جائے گا۔[27]

۶۔اَلنِّسْيَان (بھول جانا)

نسیان کا معنی بھول جانا ہے اصطلاحی طور پر نسیان کا مطلب ہے کہ ضرورت کے وقت مطلوبہ چیز ذہن میں نہ آئے:صدر الشریعہ نسیان کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:وهو لاينافي الوجوب لكنه لماكان من جهةِ صاحب الشرع، يكون عذرا في حقه، فيما يقع فيه غالبالافي حق العباد۔[28] نسیان ایک ایسا عارضہ ہے جو نہ ہی اہلیت وجوب و ادا کے منافی ہے اور نہ ہی حقوق العباد میں اس کو عذر سمجھا جاتا ہے۔ البتہ جہاں تک حقوق اللہ کی دوسری جہت کا تعلق ہے اس کو جمہور ائمہ نے عذر ماناہے جب کہ احناف نے مشروط طور پر موثر مانا ہے۔

۷۔اَلنَّوْمْ (نیند)

نیند انسان پر طاری ہونے والی اس حالت کو کہتے ہیں جو حواس اور حرکت ارادی کو معطل کر دے۔ صدر الشریعہ لکھتے ہیں:وهو لما كان عجزا عن الادراكات والحركات الارادية۔[29] یہ عارضہ اہلیت ادا کے منافی ہے اہلیت وجوب کے نہیں۔ لہٰذا سونے والے سے اصل وجوب ساقط نہیں ہوتا بلکہ وہ جاگنے کے بعد اس کو ادا کرے گا۔

۸۔اَلْمَرَضْ (بیماری)

مرض سے یہاں مراد جنون اور بے ہوشی کے علاوہ دیگر امراض ہیں۔ بیماری اہلیت وجوب کے منافی ہے اور نہ ہی اہلیت ادا کے۔ بلکہ یہ وہ عارضہ ہے جس کے سبب احکام میں تغییر و تخفیف ہوتی ہے جن میں نماز، روزہ اور حج وغیرہ کے احکام میں تخفیف

شامل ہے۔ اسی طرح اگر مرض، مرض الموت ہو تو اس کے ایسے تصرفات مالیہ کو ساقط کر دیا جاتا ہے جن سے قرض خواہوں یا وارثوں وغیرہ کو نقصان ہو۔[30]

۹۔ اَلْمَوْتُ (موت)

عوارض سماوی میں سے ایک موت ہے، موت کی صورت میں انسان بالکل عاجز ہو جاتا ہے۔ اس وقت اہلیت ادا مکمل طور پر ختم ہو جاتی ہے۔ صدر الشریعہ لکھتے ہیں: ومنها الموت وهوعجز كله۔[31] چوں کہ اہلیت وجوب ذمہ داری کے عہد و پیمان کے ساتھ باقی رہتی ہے۔ موت کے بعد ذمہ کے حوالے سے تین اقوال ہیں: (نمبر 1) ذمہ موت کے بعد براہ راست ختم ہو جاتا ہے چونکہ اس کا تعلق انسانی زندگی کے ساتھ تھا موت سے زندگی کا اختتام ہو گیا، اس لیے ذمہ بھی ساقط ہو گیا۔ اسی بنیاد پر احناف کہتے ہیں کہ موت کی وجہ سے زکوۃ ساقط ہو جاتی ہے، میت کے ترکہ سے اس کو ادا کرنا ضروری نہیں۔ (نمبر 2) میت کا ذمہ ختم نہیں ہوتا بلکہ کمزور پڑ جاتا ہے، اس لیے اہلیت وجوب بھی باقی رہتی ہے۔ اس بنیاد پر فقہاء شافعیہ کہتے ہیں کہ موت سے زکوۃ ساقط نہیں ہوتی کیوں کہ زکوۃ سے مقصود مال ہے نہ کہ مکلف کا فعل لہٰذا ترکہ سے زکوۃ دی جائے گی۔ (نمبر 3) میت کا ذمہ باقی رہتا ہے، ختم نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص قرض لے کر فوت ہو تو قرض اس کے ذمہ باقی رہے گا اور ترکہ کے نگران سے اس کی ادائی کا مطالبہ کیا جائے گا۔

۱۰۔ حیض اور نفاس

یہ دونوں عارضے صرف عورتوں سے متعلق ہیں۔ یہ اہلیتِ وجوب اور اہلیتِ ادا کے منافی نہیں ہیں۔ ان کی وجہ سے نماز اور روزہ کے احکام میں تبدیلی آتی ہے، روزے قضا کیے جاتے ہیں جب کہ نماز ساقط ہو جائے گی، اس کی نہ ادا ہے اور نہ قضا۔[32]

عوارض ارضی

وہ عوارض جو انسان کے اپنے پیدا کردہ ہوں اور ان کا اختیار انسانی دسترس میں ہو۔ صدر الشریعہ نے عوارض ارضی کی دو اقسام بیان کی ہیں: واما العوارض المكتسبة، فهى اما من نفسه و اما من غيره۔[33] ا۔ جو مکلف کی اپنی ذات کے سبب سے ہوں۔ ۲۔ جو کسی دوسرے کے سبب سے ہو۔ یہ عوارض چونکہ انسان کے اپنے پیدہ کردہ ہیں لہٰذا ان کی موجودگی میں انسان کی ذمہ داری مکمل طور پر ساقط نہیں ہوتی بلکہ جزوی طور پر متاثر ہوتی ہے۔ ان سب کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

ا۔ قانون سے لاعلمی (جہل)

قانون سے لاعلمی (جہل) اہلیت کے منافی نہیں ہے لیکن بعض حالات میں اس کو قانونی عذر سمجھا جاتا ہے۔ جہل کی دو صورتیں ہیں: 1۔ وہ جہل جو قانونی عذر شمار ہوتا ہے۔ ۲۔ وہ جہل جو قانونی عذر شمار نہیں ہوتا۔

وہ جہل جو عذر شمار ہوتا ہے

ا۔ ایسے مواقع پر جہالت جس میں شبہ ہو مثلاً ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور وہ عورت اس کی دودھ شریک بہن تھی لیکن اس شخص کو اس کا علم نہ ہو اس کو عذر تسلیم کر لیا جائے گا۔ 2۔ اگر کوئی دارالحرب میں مسلمان ہوا اور اس کے لیے دارالسلام کی طرف ہجرت ممکن نہ ہو تو لاعلمی کی وجہ سے جو واجبات ادا نہیں کرتا اس کو عذر مانا جائے گا۔ کیونکہ دارالحرب میں اسلامی تعلیمات معروف و مشہور نہیں ہوتیں۔

وہ جہل جو عذر شمار نہیں ہوتا

ا۔ ہر وہ شخص جو دارالسلام میں مقیم ہے، اس کے لیے احکام سے لاعلمی عذر شمار نہیں ہو گی۔ 2۔ ایسی چیز سے لاعلمی جس پر ظاہر اور واضح دلیل قائم ہو، ایسی لاعلمی کو انکار یا تکبر کی وجہ سے لاعلمی شمار کیا جاتا ہے مثلاً خالق کائنات کے بارے میں، اس کے

رسولوں کو معبوث فرمانے کے بارے میں یا مخلوق کے مرتبہ خالق تک نہ پہنچ سکنے کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کرنا عذر نہیں سمجھا جاسکتا۔[34]

۲۔اَلسُّکر (شراب نوشی)

شراب یہ جو بھی نشہ آور چیز شراب کے ضمن میں آتی ہے اس کے کھانے یا پینے یا کسی اور ذریعے سے اس کو استعمال کرنا کہ اس سے عقل زائل ہو جائے اور نشہ باز کو افاقہ کے بعد وہ کچھ معلوم نہ ہو سکے جو نشہ کی حالت میں اس سے صادر ہوا تھا، اپنے اختیار اور علم سے حرام نشہ کرنا جو عقل کو زائل کر دے۔ نشہ کے دوران اس کی حالت اس طرح ہو کہ گفتگو میں عقل و تمیز کا ہونا اور نہ ہونا دونوں برابر ہوں۔ شراب نوشی (نشے) کی صدر الشریعہ نے دو قسمیں بیان کی ہیں:ومنها السكر وهو إما بطريق مباح وإما بطريق محظور۔[35]

۱۔بطریق مباح ۲۔بطریق محظور

۱۔شراب نوشی(سکر)بطریق حاجت

کچھ فقہاء کے مطابق نشے میں طلاق نہیں ہوتی۔ شام اور مصر میں یہی قانون رائج ہے، بعض مالکی فقہاء نے حالت سکر کو مطلق رکھا ہے کہ اس پر احکام دیت نہیں ہوتے لیکن اس کیفیت میں ارادہ اور قصد معدوم ہوتا ہے۔[36] اس کا مطلب مباح طریقے سے شراب پینا جیسے مجبور کا اپنی جان بچانے کے لیے بقدر ضرورت شراب پینا بشرطیکہ اس کے علاوہ اور کوئی جائز صورت نہ ہو۔ اس صورت کا حکم بے ہوشی جیسا ہے یہ تمام تصرفات کے مانع ہے۔

۲۔شراب نوشی(سکر)بطریق محظور

اس کا مطلب ہے حرام اور ناجائز طریقے سے شراب پینا جیسے بغیر کسی عذر اور مجبوری کے محض نشے یا عیاشی کی خاطر شراب پینا۔ اس صورت کا حکم یہ ہے کہ یہ بالاجماع خطاب کے منافی نہیں، شریعت کے تمام احکام اس پر نافذ ہوں گے اور اس کی تمام عبارات اور تصرفات جیسے طلاق، عتاق، خرید و فروخت اور معاہدات وغیرہ صحیح ہوں گے اور اگر وہ کسی جرم کا مرتکب ہو گا تو اسے سزا دی جائے گی، اگر کسی کو قتل کرے گا تو قصاص لیا جائے گا۔

۳۔اَلْہَزْلُ(مذاق)

لامہ سعد الدین تفتازانی شافعی نے ھزل کی تعریف میں درج ذیل الفاظ کر کیے ہیں اور ان الفاظ کو فخر الاسلام بزدوی کی طرف منسوب کیا ہے۔الهزل هو ان يراد بالشي ما لم يوضع له اللفظ۔یعنی مذاق یہ ہے کہ کوئی چیز یا کسی بات سے وہ معنٰی مراد لیا جائے جس مراد کے لیے چیز کو واضع نہیں کیا گیا۔ صدر الشریعہ لکھتے ہیں:وهو الايراد باللفظ معناه لاالحقيقى ولا المجازى وهو ضد الحد۔[37]"ہزل سے مراد آدمی کا اپنی مرضی اور اختیار سے معنیٰ کو سمجھتے ہوئے ایسا کلام کرنا جس کا نہ تو حقیقی معنیٰ مراد ہو اور نہ ہی مجازی، بلکہ ایسا کرنا بطور لہو و لعب ہو۔"صدر الشریعہ نے اس کی شرط یہ بیان کی ہے کہ زبان سے ایسے الفاظ بولے جائیں نہ کہ ان کی دلالت سے اس طرح کا اظہار ہوتا ہو۔ یہ ایسا عارضہ ہے جو اہلیتِ وجوب کے منافی ہے اور نہ اہلیتِ ادا کے البتہ یہ بعض تصرفات پر اثرانداز ہوتا ہے ھزل سے متعلق تصرفات کی تین اقسام ہیں۔[38]

۱۔اعتقادات ۲۔اخبارات ۳۔انشاءات

۱۔اعتقادات

عقیدہ سے متعلق اگر کوئی مسلمان ہزل کا مرتکب ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہو گا یعنی اگر کوئی مسلمان مذاق میں اپنی زبان سے کلمہ کفر کہہ دے تو وہ مرتد ہو جائے گا اگرچہ اس کا مقصود ارتداد نہ تھا اس کا سبب یہ ہے کہ مذاق میں کفریہ بات کہنے میں بھی اسلام

کا استخفاف (حقیر جاننا) ہے اور ایسا کرنا کفر ہے قرآن مجید میں ہے: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِؤُنَ ـــ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ۔[39] "اگر آپ ان سے دریافت کریں تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ ہم تو صرف بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ فرما دیجئے کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ (اب) تم معذرت مت کرو بیشک تم اپنے ایمان (کے اظہار) کے بعد کافر ہو گئے ہو۔" لہٰذا بطور ہزل کلمہ کفر کہنے والے پر ارتداد کے احکام نافذ ہوں گے۔ اور اس پر بہت سے احکام مثلاً میاں بیوی کے درمیان جدائی وغیرہ کے احکام مرتب ہوں گے۔

۲۔ اخبارات

ایسے اقوال جو کسی واقعہ کے وجود اور عدم کے بارے خبر دیتے ہیں خواہ ان کا موضوع کچھ بھی ہو ہزل ان کو باطل کر دیتا ہے لہٰذا اگر کوئی مذاق میں بیع یا اجارہ کے وجود کا اقرار کرتا ہے یا خبر دیتا ہے تو اس کا یہ اقرار باطل اور لغو متصور ہو گا۔ صدر الشریعہ لکھتے ہیں: أما الأخبارات، فالهزل يبطلها سواء كان فيما يحتمل الفسخ أو لا۔[40] صدر الشریعہ کے مذکورہ نظریے کے اعتبار سے اگر کوئی ہزل اور مذاق میں کسی خرید و فرخت، طلاق یا نکاح کا اقرار کرے تو اقرار معتبر نہ ہو گا، اقرار کوئی حکم مرتب نہ ہو گا اگرچہ اس کی اجازت کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو معاملہ منعقد نہ ہو گا۔

۳۔ انشاءات

ایسے اقوال جن پر قانونی نتائج مرتب ہوتے ہیں انشاآت کہلاتے ہیں، انشائیہ اقوال کی دو صورتیں ہیں: 1۔ جن میں ہزل کو عارضہ تسلیم کیا جاتا ہے ۲۔ جن میں ہزل کو عارضہ، تسلیم نہیں کیا جاتا ہے۔ وہ انشاءات جن میں ہزل کو عارضہ اور موثر مانا گیا ہے، ان میں بیع، اجارہ اور وہ سارے تصرفات شامل ہیں جن میں فسخ کا احتمال ہو۔ پس مذاق میں خرید و فروخت اور اجارہ شرعاً درست نہیں۔ وہ انشاءات جن میں ہزل کو عارضہ اور موثر نہیں مانا جاتا ان میں نکاح، طلاق، عتاق اور رجعت شامل ہے کیوں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ثلاث: جدهن جد،وهزلهنجد، النكاح والطلاق والرجعةوالعتاق۔[41] "تین (چیزیں ایسی) ہیں جن میں سنجیدگی اور مذاق (دونوں) سنجیدہ شمار ہوتے ہیں۔ نکاح، طلاق اور رجعت یا عتاق اس قسم میں وہ جملہ تصرفات بھی شامل ہیں جن میں فسخ کا احتمال نہیں۔" شرعی طور پر جس سفر کو عوارض ارضی میں شمار کیا جاتا ہے اس کی کم از کم مسافت تین دن درمیانی رفتار میں پیدل یا اونٹ پر سفر کرنے کے برابر ہے۔ یہ سفر نہ ہی اہلیت وجوب کے منافی ہے اور نہ ہی اہلیت ادا کے بلکہ اس کی وجہ سے بعض احکام میں تخفیف ہو جاتی ہے مثلاً سفر میں نماز قصر کرنے اور روزہ نہ رکھنے کی اجازت وغیرہ۔[42]

۵۔ اِکراہ

هو حمل الغير على ان يفصل مالاير ضاة۔[43] یہ عوارض کی ان اقسام میں سے ہے جو کسی دوسرے کے سبب سے ہوتے ہیں۔ اس سے مراد کسی شخص کو ایسے کام کے لیے مجبور کرنا جس کو کرنے پر وہ راضی نہ ہو، اور اگر اس کو مجبور نہ کیا جاتا تو وہ خود نہ کرتا۔ کسی شخص کو ڈرا دھمکا کر ایسے کام کے لیے مجبور کرنا جس کو وہ نہ کرنا چاہتا ہو۔ اور مجبور کرنے والا جس چیز کی دھمکی دے رہا ہے یا جس چیز سے ڈرا رہا ہے اس کو کرنے پر قدرت رکھتا ہو اور دوسرا شخص اس سے خوفزدہ ہو جائے۔

اِکراہ کے لیے شرائط

فقہاء اصولیین نے اکراہ کی تین شرائط بیان کی ہیں: ا۔ مجبور کرنے والا شخص جو دھمکی دے رہا ہے وہ اس کے کر گزرنے پر پوری طاقت رکھتا ہو۔ ۲۔ دھمکی جان، مال یا کسی قریبی رشتہ دار کو ہلاک کرنے کی ہو یا وہ دھمکی اس کے لیے کسی بڑے غم کا سبب بنے

اور اس کی رضا کے خلاف ہو۔ ۳۔ جس شخص کو مجبور کیا گیا ہے وہ اس کی دھمکی سے خائف ہو جائے کہ اگر وہ اس کا مطالبہ پورا نہیں کرے گا تو فوری طور پر وہ کام کر گزرے گا جس کی اس نے دھمکی دی ہے۔

اکراہ کی اقسام

احناف نے اکراہ کی دو اقسام بیان کی ہیں۔[44] ا۔ اکراہ اضطراری ۲۔ اکراہ غیر اضطراری۔

ا۔ اکراہ ملجی (اضطراری)

کسی شخص کو جان کی یا کسی عضو کو ہلاک کرنے کی دھمکی دی جائے تو یہ اکراہ ملجی ہے۔ اس لیے کہ اعضاء کی حرمت بھی تبعًا جان کی حرمت کی طرح ہے اور کسی کے پورے مال کو ہلاک کر دینے کی دھمکی بھی اکراہ ملجی کے قبیل سے ہے یا ایسے شخص کو قتل کرنے کی دھمکی جس کے معاملے کو انسان اہمیت دے یہ بھی اکراہ ملجی کے قبیل سے ہے۔ ان لوگوں کی رائے کے موافق جو اس دھمکی کو اکراہ کہتے ہیں اور اکراہ کی اس قسم کو ملجی اس لیے کہا جاتا ہے کہ مجبور کیا ہوا شخص اپنی جان یا اپنے عضو کے ہلاک ہونے کے خوف سے اس کام کے کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور یہ اکراہ اختیار کو خراب و فاسد اور رضا کو ختم کر دیتا ہے لیکن اختیار کو ختم نہیں کرتا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اختیار کہتے ہیں کسی ایسے کام کا ارادہ کرنا جس کا کرنا اور نہ کرنا انسان کی دسترس میں ہو اس کی ایک جانب کو دوسری پر ترجیح دینے کے ساتھ، بالفاظ دیگر کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا ارادہ کرنا کسی ایک جانب کو ترجیح دینے کے ساتھ اور یہ معنی اکراہ سے زائل نہیں ہوتا۔ پس جس شخص کو مجبور کیا جاتا ہے وہ اپنے ارادے سے کام کرتا ہے اس لیے کہ وہ اپنے لیے اس کام کو اختیار کرتا ہے جو اس کے لیے آسان ہو پس جب مجبور کیا ہوا شخص اس کام کو کرتا ہے تو حقیقت میں اس کا یہ کام کرنا اپنی ترجیح کی وجہ سے ہوتا ہے اس دھمکی کی وجہ سے جو اس کو دی گئی لیکن چوں کہ فاعل کا اپنا ذاتی ارادہ نہیں ہوتا اور اس کا اختیار مجبور کرنے والے کے اختیار پر مبنی ہوتا ہے تو فاعل کا اختیار فاسد ہوا۔

۲۔ اکراہ غیر ملجی (غیر اضطراری)

کسی شخص کو جان سے مارنے یا اس کے عضو کو ضائع کر دینے کے علاوہ اگر کسی اور چیز کی دھمکی دی جائے مثلاً مارنا، قید کرنا، تو یہ اکراہ غیر ملجی کہلاتا ہے۔ یہ اختیار کو فاسد نہیں کرتا لیکن رضا کو ختم کر دیتا ہے۔ اختیار اس وجہ سے فاسد نہیں ہوتا کیوں کہ جس کام پر اسے مجبور کیا جا رہا ہے وہ اضطراری نہیں ہے کیوں کہ جس کام کی دھمکی دی جا رہی ہے وہ شخص اس پر صبر کر سکتا ہے بخلاف اوّل کے۔

اکراہ اور اہلیت

اکراہ چاہے اضطراری ہو یا غیر اضطراری، اہلیت کی دونوں قسموں کے منافی نہیں ہے اور مجبور کیے ہوئے شخص سے خطاب کو ساقط نہیں کرتا۔ اس کا اہلیت کی دونوں قسموں کے منافی نہ ہونا اس لیے ہے کہ اہلیت ذمہ داری، عقل اور بلوغت کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے اور اکراہ ان میں سے کسی کے بھی مخل نہیں ہے اور اکراہ کی وجہ سے مجبور کیے جانے والے شخص سے خطاب اس لیے ساقط نہیں ہوتا کہ جس کام پر اس کو مجبور کیا جا رہا ہے کبھی تو اس کا کرنا اس پر حرام ہوتا ہے کہ اگر وہ اسے کرے گا تو گناہ گار ہو گا جیسے قتل کرنا، زنا کرنا، اور کبھی اس پر فرض ہوتا ہے کہ اگر نہیں کرے گا تو گناہ گار ہو گا جیسے شراب پینا اور مردار کھانا، اور کبھی اس کے لیے اجازت ہوتی ہے کہ اگر کرے گا تو گناہ نہیں ہو گا اور اگر صبر کرے گا اور نہ کرے گا تو ثواب کا مستحق ہو گا جیسے کلمہ کفر وغیرہ کہنا اور غیر کے مال کو ہلاک کرنا اور ان میں سے ہر ایک چیز یعنی حرمت فرضیت اور رخصت مکرہ کے حق میں خطاب کے ثابت ہونے کی علامت ہے اور اس کے مخاطب ہونے کی علامت ہے اس لیے کہ مکلف ہونے کے خطاب کے بغیر یہ چیزیں ثابت نہیں ہوتیں۔[45]

۱۔ اضطرارِ کامل

اس سے مراد ایسا اکراہ جس میں کسی کی جان، عضو یا تمام مال تلف کرنے کی دھمکی ہو۔

۲۔ اضطرار ناقص

ایسا اکراہ جس میں جان، عضو یا مال کی ہلاکت کی بجائے مار پیٹ یا قید کرنے کی دھمکی ہو۔ مکرہ علیہ (جس چیز کے لیے مجبور کیا جائے) کی اقسام: جس چیز کے لیے کسی کو مجبور کیا جاتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں: 1۔ اقوال ۲۔ افعالمکرہ علیہ کو یا تو کسی قول کے لیے مجبور کیا جاتا ہے جیسے کلمہ کفر کہنے پر مجبور کرنا یا اسے کسی فعل سر انجام دینے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے جیسے کسی کو قتل کرنے کے لیے مجبور کرنا ان دو اقسام کی پھر مزید کئی صورتیں ہیں:[46]

اقوال کی صورتیں

۱۔ نا قابلِ فسخ اقوال جیسے طلاق اگر مجبور شخص طلاق دے گا تو خواہ اکراہ اضطراری ہو یا غیر اضطراری طلاق واقع ہو جائے گی۔[47]

۲۔ قابلِ فسخ اقوال جیسے بیع اور اجارہ وغیرہ مجبور شخص اگر کوئی بیع کرے گا یا کوئی اقرار کرے گا تو اس کی بیع فاسد اور اقرار لغو قرار دیا جائے گا خواہ اکراہ اضطراری ہو یا غیر اضطراری۔

افعال کی صورتیں

۱۔ افعال جو ضرورت کے وقت جائز ہوں جیسے شراب نوشی اور مردار خوری وغیرہ اگر ان افعال کیلئے اکراہ اضطراری ہو تو ان افعال کا بجالانا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے اگر نہیں بجالائے گا تو گناہ گار ہو گا۔ ۲۔ افعال جن میں ضرورت کے وقت رخصت ہو جیسے کلمہ کفر کہنا جب ایمان پر دل مطمئن ہو وغیرہ۔ اگر ان افعال کیے لیے اکراہ اضطراری کیا جائے تو ان افعال کے بجالانے پر کوئی گناہ نہیں ہو گا البتہ اگر ان افعال کو بجالانے سے انکار کر دے تو اس پر اس کو اجر ملے گا۔ ۳۔ افعال جو کسی صورت جائز نہیں۔ جیسے قتل یا زنا پر اکراہ۔ ان اقوال پر اکراہ کی صورت میں وہ ان افعال کو بجالانے سے انکار کر دے اور اگر ان افعال کو بجا لائے گا تو سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔[48]

۶۔ السفہ (خفت اور ہلکا پن)

سفہ کا لغوی معنیٰ خفت وہلکا پن ہے اور اصطلاح فقہاء میں سفہ اس تصرف مالی کو کہا جاتا ہے جو عقل ہونے کے باوجود شریعت اور عقل کے تقاضے کے خلاف ہو۔[49] سفاہت کو عوارض مکتسبہ میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ سفیہ یعنی بے وقوف شخص اپنے اختیار اور اپنی رضامندی سے عقل کے تقاضے کے خلاف کام کرتا ہے۔[50] سفاہت اہلیت کے منافی نہیں لہذا سفیہ کم عقل شخص کامل اہلیت والا ہوتا ہے اور تمام شرعی احکامات کا مکلف و مخاطب ہوتا ہے، البتہ سفیہ بعض احکام میں موثر ہوتا ہے اور یہ اثر بچے کو مال میں تصرف سے روک دینے کی صورت میں ظاہر ہوتا جب کہ بچہ سفاہت اور کم عقلی کی حالت میں بالغ ہو اور بالغ عاقل شخص پر اس کی سفاہت کے سبب تصرفات سے ممانعت کی صورت میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔

خلاصۂ بحث

بعض اصولیین کے نزدیک اصول فقہ کا موضوع ادلہ، بعض کے نزدیک احکام ہیں لیکن صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود[51] جو جامع طریق اصولِ فقہ کے حامی اصولیین کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں ان کے نزدیک اصولِ فقہ کا موضوع دلائل اور احکام دونوں کا مجموعہ ہے۔ علمِ اصولِ فقہ میں شارع کا حکم، حکم کا مقصد اور جس کو حکم دیا جارہا ہے اس کے احوال اور عوارض جاننا

بنیادی اہمیت کے حامل مباحث ہیں۔ تمام فقہاء اصولیین خصوصا صدر الشریعہ نے اپنی کتب میں حاکم، محکوم فیہ اور حکم، محکوم علیہ پر باقاعدہ ابواب ذکر کیے ہیں۔

References

[1] Sa'ad al-Dīn Masud Ibn Umar Ibn Abdu Allah al-Taftazanī, *Sharh al-Talweeh Alal-Tawzih li Matnitankeekh fī Usool al-Fiqh* (Beirūt: Dār al-Kutub al-'Ilmiyah, 1438 AH), 2:328.

[2] Dr. Wahbah al-Zuhaylī, *Al Wajeez fī Asoolil Fiqha* (Damascus: Dār al-Khair 1427 AH), 155.
[3] Al-Tawbah 9:10
[4] Ubaydullah Ibn Mas'ūd Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tawzih li Matnitankeekh fī Usool al-Fiqh* (Beirūt: Dār al-Kutub al-'Ilmiyah, 1438 AH), 2:337.
[5] Dr. Abd al-Kareem al-Numla, *Al-Muhazzab fī 'Ilm Usul Fiqh al-Maqaarin* (Al-Riyādh: Maktaba al-Rushd), 1:317.
[6] 'Alī Hisbullah, *Usul al-Tasreeh Alislami* (Egypt: Dar Al-Ma'ārif 1986), 344.
[7] Abdul Wahhab khallaf, '*Ilm Usool al-fiqh* (Al-Azhar: Maktaba Aldawat Alislamiya), 135.
[8] Ṣadr-al-Sharī'ah, *Al-Tawzih li Matnitankeekh fī Usool al-Fiqh,*, 2:327.
[9] Al-Numla, *Al-Muhazzab fī 'Ilm Usul Fiqh al-Maqaarin*, 1:323.
[10] Al-Zuhayli, *Usul al-Fiqh Alislami* (Damascus: Dar al-Fikar), 162.
[11] Al-Fath 48:26
[12] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tanqih fī Usool al-Fiqh*, 2:336.
[13] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tanqih fī Usool al-Fiqh*, 2:337
[14] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tanqih fī Usool al-Fiqh,* 2:342.
[15] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tawzih li Matnitankeekh fī Usool al-Fiqh,* 2:340.
[16] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tanqih fī Usool al-Fiqh*, 2:340.
[17] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tanqih fī Usool al-Fiqh*, 2:340.
[18] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tawzih li Matnitankeekh fī Usool al-Fiqh,* 2:342.
[19] Al-Zuhayli, *Usul al-Fiqh Alislami*, 168.
[20] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tanqih fī Usool al-Fiqh*, 2:348.
[21] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tanqih fī Usool al-Fiqh*, 2:342.
[22] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tanqih fī Usool al-Fiqh*, 2:349.
[23] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tawzih li Matnitankeekh fī Usool al-Fiqh,* 2:352.
[24] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tanqih fī Usool al-Fiqh*, 2:348.
[25] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tawzih li Matnitankeekh fī Usool al-Fiqh,* 2:353.
[26] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tanqih fī Usool al-Fiqh*, 2:355.
[27] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tanqih fī Usool al-Fiqh*, 2:356
[28] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tawzih li Matnitankeekh fī Usool al-Fiqh,* 2:353.
[29] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tanqih fī Usool al-Fiqh*, 2:354.
[30] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tanqih fī Usool al-Fiqh*, 2:370.
[31] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tawzih li Matnitankeekh fī Usool al-Fiqh,* 2:383.
[32] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tanqih fī Usool al-Fiqh*, 2:369.
[33] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tawzih li Matnitankeekh fī Usool al-Fiqh,* 2:377.
[34] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tawzih li Matnitankeekh fī Usool al-Fiqh,* 2:377.
[35] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tawzih li Matnitankeekh fī Usool al-Fiqh,* 2:389.

[36] Al-Zuhayli, *Al Wajeez fī Asoolil Fiqha*, 179.
[37] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tawzih li Matnitankeekh fī Usool al-Fiqh,* 2: 393.
[38] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tawzih li Matnitankeekh fī Usool al-Fiqh*, 2:402.
[39] Al-Tawbah 9:65-66
[40] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tawzih li Matnitankeekh fī Usool al-Fiqh,* 2:402.
[41] Muhammad Ibn Esā al-Tirmazī, *Al-Sunan Tirmazī* (Beirūt: Daar Ihyaa al-Turās al-'Arabī), Ḥadīth no: 1184.
[42] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tawzih li Matnitankeekh fī Usool al-Fiqh,* 2:409-410.
[43] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tawzih li Matnitankeekh fī Usool al-Fiqh*, 2:414.
[44] Ṣadr al-Sharī'ah, *Al-Tawzih li Matnitankeekh fī Usool al-Fiqh,* 2:415.
[45] Qazi Muhibbullah Ibn Abd al-Shakoor al-Barī, *Fawātiḥ al-Raḥamūt bi-Sharḥ Musallam al-thubūt* (Beirūt: Dār al-Kutub al-'Ilmiyah, 1438 AH), 1:1666.
[46] Ṣadr-al-Sharī'ah, *Al-Tawzih li Matnitankeekh fī Usool al-Fiqh,* 2:417.
[47] Ṣadr-al-Sharī'ah, *Al-Tawzih li Matnitankeekh fī Usool al-Fiqh*, 2:418.
[48] Ṣadr-al-Sharī'ah, *Al-Tawzih li Matnitankeekh fī Usool al-Fiqh,* 2:420,427.
[49] Ibn Qayyim al-Jawziya*, I'laam al-Mouwaqi'in 'a Rabb il-'Alamin*, 2:109.
[50] Izz al-Dīn Abd al-Latīf, *Shahrukh al-Manaar* (Egpyt: Dār al-Nashar Matba Osmānia), 1315 A.H), 988.
[51] Faqeeh' Jurist, *Mu'jam al-Mu'allifin* (Beirūt: Dar Ihya al-Turās al-'Arabī), 5:246.